محمد شفیع اللہ☆

تہذیبی تکثیریت و آفاقیت کے سیاق میں اقبال کے تصور "وحدت آدم" کی عصری معنویت

(Contemporary significance of Iqbal's concept of Wahdat-e-Adam in the context of Civilizational Pluralism and Universality.)

Abstract:

In today's multi-civilization world, the dangers of civilization conflict are being predicted. Western thinkers have given the concept of universal civilization to remedy the civilizational conflict and misunderstanding. Under which all the civilizations of the world have to be integrated to create a common global civilization. The main purpose is to facilitate imperialism by imposing European civilization on a global level by establishing the dominant European civilization and cultural traditions on other nations. In the second option, the concept of civilizational pluralism is being given, under which all the civilizations of the world should be given full opportunity to flourish while maintaining their identity. A century ago, Iqbal, realizing the dangers of civilizational conflict and mixing, gave the concept of " Unity of Adam" In which all civilizations have opportunities to learn side by side with tolerance, respect, love and freedom, and to be created such an atmosphere of brotherhood, co-operation and unity among them that there are no dangers of violence and conflict. To solve the contemporary civilizational and cultural problems, there is an urgent need to see Iqbal's concept"Wadat-e-Adam"in the perspective of 21st century. In the light of Iqbal's texts, a multi-civilized global society can be organized which will be based on humanistic foundations instead of the imperialist global civilizational system.

Keywords: Iqbal , Pluralism, Civilization, Wahdat, society.

گزشتہ تین دہائیوں سے تہذیبی تصادم و آویزش کے خدشات کا اظہار، شد و مد سے جاری ہے۔ آخر ان خدشات کے اظہار کی وجوہات کیا ہیں؟ دنیا تو ہمیشہ کثیر تہذیبی رہی ہے۔ دنیا ہر دور میں چھوٹی بڑی تہذیبوں میں منقسم رہی، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا

☆ سینئر ماہر مضمون، گورنمنٹ کرسچن ہائر اسکینڈری اسکول راول پنڈی، ای میل:shafiurdu123@gmail.com

ماضی میں تہذیبوں کے درمیان جنگیں ہوئی ہیں؟ کیا بیسویں صدی کی دو ہولناک عظیم جنگیں دو یا دو سے زائد تہذیبوں کے درمیان ہوئی ہیں؟ اگر اس کا جواب نہیں ہے تو دنیا کو تہذیبی تصادم کے خدشات کیوں ہیں اور اس تصادم سے بچنے کے لیے مختلف نظریات کیوں پیش کیے جا رہے ہیں؟ پچھلی تین دہائیوں سے دو بڑے نظریات جن میں ایک "تہذیبی تکثیریت" اور دوسرا "آفاقی تہذیب" کا نظریہ شہرت اختیار کر چکے ہیں اور زیر بحث ہیں۔ اس مقالے میں ان نظریات کی حقیقت جاننے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ کھوج لگانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ نظریات تہذیبی آویزش کو روکنے میں کس حد تک معاونت کر سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ مذکورہ نظریات کے سیاق میں آج اکیسویں صدی میں فکرِ اقبال ہماری کیا مدد کر سکتی ہے؟

ہم دوبارہ مقالے کے عنوان "تہذیبی تکثیریت و آفاقیت کے سیاق میں اقبال کے تصور وحدت آدم کی عصری معنویت" کی جانب بڑھتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہو گا کہ تکثیریت کیا ہے؟ تکثیریت کے لفظی معنی بہتات و فراوانی کے ہیں یعنی ایک سے زائد چیزوں کا ہونا۔ انگریزی میں اس کے لیے لفظ Pluralism استعمال ہوا ہے کیمبرج لغت کے مطابق تکثیریت کی تعریف یوں ہے:

> "The existence of people of different races, religious beliefs, and cultures within the same society, or the belief that this is a good thing."(۱)

اصطلاحاً مختلف مذاہب و عقائد، نظریات،، ثقافتوں، عادات و اطوار اور رنگ و نسل کے حامل افراد کا کسی ریاست یا خطہ زمین پر اس طرح رہنا کہ دوسروں کے مذکورہ میلانات و رجحانات کا احترام کیا جائے اور اور اپنا تشخص بھی برقرار رکھا جائے۔ اس نظریے کے تحت کسی سماج کی اکثریت، اقلیت کے عقائد و نظریات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ گویا تکثیریت انفرادیت و اختلاف کو خوش دلی سے قبول کرنے کا نام ہے۔ مغربی دانشوروں کے ہاں تکثیریت کا نظریہ روز بروز مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔ تہذیبی تکثیریت کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں مختلف تہذیبوں کے وجود کو بخوشی قبول کرتے ہوئے، تصادم کے بجائے انھیں بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا موقع دیا جائے۔

آفاقی یا عالمگیر تہذیب کا نظریہ یہ ہے کہ دنیا کی تمام اقوام کی ثقافتوں میں مشترک عقائد و نظریات، رسومات، زبان، میلانات و رجحانات کو فروغ دے کر ایک عالمی مشترک تہذیب ترتیب دی جائے تاکہ تہذیبوں کے درمیان تصادم کا خدشہ نہ رہے۔

تہذیبی تکثیریت اور آفاقی تہذیب کے نظریات کے پس منظر کو جانے بغیر ان مسحور کن نظریات کو سمجھنا آسان نہیں۔ ہوا کچھ یوں کہ جنگ عظیم اول کے بعد انسانی بے چینی و بے قراری کو دور کرنے اور ریاستی مسائل کے حل کے لیے کئی سیاسی و اقتصادی نظام سامنے آئے، جن میں ملوکیت، سوشلزم، کیپٹلزم، فاشزم، نازی ازم وغیرہ سر فہرست ہیں۔ ان نظاموں کا مقصد جنگ عظیم اول کے بعد پیدا ہونے والی سیاسی ابتری اور انسانی بے چینی و معاشی محرومی کو دور کرنا تھا۔ مگر حقیقتاً یہ نظام بھی انسانی دکھوں کا مداوا نہ کر سکے اور بالآخر، دنیا دوسری جنگ عظیم (1939-1945) کے دہانے پر جا کھڑی ہوئی۔ جنگ عظیم دوم کے خاتمے کے بعد دو سیاسی و اقتصادی نظام مقبول عام ہوئے، جن میں ایک کمیونزم کہلایا اور دوسرا کیپٹلزم۔ کمیونزم کا حامی روس تھا جبکہ کیپٹلزم کا بڑا

علمبر دار امریکہ تھا۔ امریکہ اور روس کے درمیان نظریات اور طریق ہائے سیاست و معیشت کو دنیا بھر میں منوانے کے لیے ایک سرد جنگ کا آغاز ہوا اور دونوں اپنے حامی ممالک بنانے میں کامیاب ہونے لگے۔ یہ سلسلہ طویل عرصہ تک جاری رہا۔ بالآخر روس کی شکست وریخت کے بعد کمیونزم کا 1989ء میں خاتمہ ہوا۔ دنیا کے دانشوروں میں پھر ایک بار بحث جاری ہوگئی کہ اب کون سا نظام زیادہ کارگر ثابت ہوگا اور کیا اب بھی کوئی تصادم پیدا ہوگا؟ اسی دوران امریکی سیاسی دانشور اور ماہر معاشیات فرانسس فوکویاما (1) نے 1992ء میں "The End of History And The Last Man" کتاب لکھی۔ اس کتاب نے بہت جلد ہی مقبولیت عام حاصل کرلی۔ مذکورہ کتاب میں فوکویاما کے مطابق لبرل جمہوریت نے نا صرف کمیونزم پر فتح حاصل کرلی ہے بلکہ سالہا سال سے جاری مختلف نظریات کے درمیان اختلافات کا بھی اختتام ہوچکا ہے۔ لبرل جمہوریت کی یہ ایک عظیم فتح ہے۔ گویا نظریاتی اختلافات کے اختتام پر نظریات کی تاریخ بھی خاتمہ ہوچکا ہے۔ فوکویاما نے مزید خیال پیش کیا کہ انسان فطری طور پر آزادی پسند ثابت ہوا ہے۔ برابری اور خود توقیری کی خواہش کی تکمیل میں ہی اس سے قبل جنگیں ہوئی ہیں۔ انسان کے تمام مسائل کا حل سرمایہ دارانہ لبرل جمہوریت ہی پیش کرسکتی ہے۔ اس کے خیال میں سیاسی اور معاشی مسائل کا حل سرمایہ دارانہ لبرل جمہوریت کے علاوہ اور کوئی نظام بہتر انداز میں پیش نہیں کرسکتا؛ یہ بنی نوع انسان کے نظریات کا نقطہ عروج ہے؛ مغربی لبرل جمہوریت ہی انسانی مسائل کا آفاقی حل پیش کررہی ہے۔ مغربی تہذیب اپنے انتہائی عروج پر ہے اور جلد پوری دنیا پر اس کا غلبہ ہوگا اور دنیا جلد آفاقی تہذیب میں بدل جائے گی۔

اگرچہ آفاقی تہذیب کے تصور کو شہرت عام بیسویں صدی کے اختتام پر حاصل ہوئی۔ تاہم یہ مغرب کے ان مذموم عزائم کی کڑی ہے جس کے تحت بالعموم پوری دنیا اور بالخصوص اسلامی دنیا کو اپنا مطیع بنا دیا جائے۔ فوکویاما کا کہنا تھا کہ دنیا کے سامنے نجات کا اب ایک ہی راستہ ہے یعنی مغربی اسلوبِ حیات کا راستہ۔ (۲) یہ مغربی تہذیبی بالادستی نہیں تو کیا ہے۔ گویا دنیا کے کثیر التہذیب ہونے کے فطری قانون کا انکار ہے۔ جن ماہرین نے تہذیبوں کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے انھوں نے تہذیبوں کی اہمیت اور وجود کا انکار نہیں کیا۔ مشہور مؤرخ ٹائن بی نے دنیا کو تیئس تہذیبوں میں بانٹا ہے۔ اقبال کے ہم عصر اسپنگلر نے آٹھ بڑی ثقافتوں کی نشان دہی کی۔ جب کہ ہن ٹنگٹن نے آٹھ عظیم تہذیبوں کا ذکر کیا۔ مغرب کے تصور آفاقی تہذیب کا اصل نشانہ اسلامی تہذیب ہے جس کو مغربی تہذیب میں پیوست کرکے اسلامی تہذیب کے وجود کو جڑ سے اکھاڑنا مقصود ہے۔ دراصل اسلامی تہذیب روزِ اول سے ہی مغربی تہذیب یا اس کے بنیادی عناصر کے نشانے پر رہی ہے۔ غرض اسلام کا دنیا میں دوبارہ نافذِ عمل ہونا مغرب کی آنکھ میں کھٹکتا ہے۔ اس لیے یورپ اسلام کو مغرب کے لیے خطرہ سمجھتے ہوئے اسلام کی شبیہ ہر صورت بگاڑنا مقصد عین سمجھتا ہے۔ مغربی مفکرین کے مطابق دنیا کا نجات دہندہ اب مغرب ہی ہوسکتا ہے۔

آفاقی تہذیب کے ضمن میں فکر اقبال ہماری کیا رہنمائی کرسکتی ہے؟، جاننے سے پہلے ہن ٹنگٹن (۳) کے نظریے "تہذیبی تکثیریت" کو جاننا ضروری ہے کیوں کہ ہن ٹنگٹن کے نظریات کو بنیادی طور پر فوکویا کے نظریات کا رد گردانا جاتا ہے۔ سیموئل فلپس ہن ٹنگٹن فوکویاما کے استاد تھے۔ ہن ٹنگٹن نے "تہذیبوں کے تصادم" اور نئے عالمی نظام کی بحث کا آغاز کیا، جسے عام طور پر فوکویاما کے "تاریخ کے خاتمے" کے نظریے کا رد تصور کیا جاتا ہے۔ امریکی ماہر سیاسیات، سیموئل فلپس ہن ٹنگٹن نے 1996ء میں کتاب بعنوان "The Clash of Civilizations and Remaking of World Order" یعنی "تہذیبوں کا تصادم اور عالمی نظام کی نئی تشکیل" کتاب لکھی۔ جس میں فوکویاما سے نظریاتی اختلاف کرتے ہوئے "تہذیبی تصادم" کا نظریہ پیش کیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے

کہ روس اور امریکہ کے درمیان سرد جنگ کے اختتام کے بعد دنیا میں جنگوں کا سبب مختلف نظریات نہیں بلکہ ثقافتی اور مذہبی شناختیں ہوں گی۔ دنیا کو قومی، تہذیبی، ثقافتی اور مذہبی شناختوں کے نئے مسائل کا سامنا ہے جو کسی بڑے ٹکراؤ کا باعث بن سکتے ہیں۔ تہذیبی اقدار کو یک مشت چھوڑ دینا اس قدر آسان نہیں۔ ایک لحاظ سے ہن ٹنگٹن نے فوکویاما کے پیش کردہ آفاقی تہذیب کی نفی کر دی۔ مزید بر آں ہن ٹنگٹن نے واضح کیا کہ دنیا کی تمام قومیں جدت اختیار کرنا چاہتی ہیں تاہم ضروری نہیں وہ کلی مغربی بالادستی قبول کرتے ہوئے مغربی زبان، ثقافت، تہذیب اور دیگر مظاہر کی نقالی شروع کر دیں۔ ہن ٹنگٹن نے جن تہذیبوں کا بالخصوص ذکر کیا ہے وہ افریقی، لاطینی، چینی / جاپانی،، ہندوستانی اور مسلم تہذیبیں ہیں۔

مذکورہ بالا کتاب میں ہن ٹنگٹن نے اسلامی اور چینی تہذیب کو مغرب کے لیے خطرہ قرار دیا اور تصادم سے بچنے کے لیے تہذیبی تکثیریت کا نظریہ پیش کیا۔ ہن ٹنگٹن کی تہذیب کی تعریف اور تقسیم پر نقادوں نے کافی اعتراضات اٹھائے ہیں تاہم مستقبل نے ثابت کیا کہ تہذیبوں کے تصادم کو نظر انداز کرنا آسان نہیں۔ 9/11 کے واقعات اور فلسطین کی موجودہ صورت حال سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی اور مغربی تہذیب کے درمیان بالآخر ایک بڑا تصادم ضرور ہوگا۔ ہن ٹنگٹن کا نظریہ نہایت پرکشش ہے مگر جب اس کا بغور مطالعہ کیا جاتا ہے تو واضح ہو جاتا ہے کہ وہ بھی اسلامی تہذیب سے خائف ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہن ٹنگٹن تہذیبی تکثیریت کا قائل ہے اور وہ دیگر تہذیبوں کو پھلنے پھولنے کا آزاد موقع فراہم کرنا چاہتا ہے مگر اس کا تعصب اس وقت واضح ہو جاتا ہے جب وہ مغربی تہذیب کو روشن خیال، ترقی پسند اور سیکولرزم سے بھرپور تہذیب گردانتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں وہ اسلامی تہذیب اور چینی تہذیب کو پر تشدد اور آمریت پر مبنی تہذیب سمجھتا ہے اور اس کا یہ کہنا ہے کہ مغرب کا یہ فرض ہے کہ وہ دیگر غیر مہذب قوموں کو مہذب اور ترقی یافتہ بنائے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ہن ٹنگٹن کا "تہذیبی تکثیریت" کا نظریہ دراصل فوکویاما کے "آفاقی تہذیب" کے نظریے کی ہی ایک کڑی ہے۔ یعنی وہ تہذیبی تکثیریت کا مسحور کن نعرہ تو ضرور لگاتا ہے مگر اس کا مقصد یہی ہے کہ مغربی تہذیب ہی دنیا کی مہذب ترین تہذیب ہے اور دیگر تہذیبوں پر غلبہ حاصل کرنا اور ان کو شائستہ اور مہذب بنانا مغرب کی ذمہ داری ہے۔ (۴) فوکویاما نے بھی تو یہی کہا تھا کہ دنیا کے سامنے نجات کا واحد راستہ، مغربی لبرل جمہوریت اور آزاد تجارت میں مضمر ہے۔ (۵) فوکویاما کا نظریہ "تاریخ کا خاتمہ" ہو یا ہن ٹنگٹن کا تصور "تہذیبوں کا تصادم" دونوں کی منزل مغرب کا ثقافتی و تہذیبی تسلط ہے، صرف طریق واردات مختلف ہے۔

اقبال کی بات کی جائے تو وہ نا صرف شاعر اور ادیب تھے بلکہ ایک مفکر بھی تھے؛ ایک ماہر سیاسیات بھی تھے۔ ان کے ہاں علمی وسعت کا یہ عالم ہے کہ ان کے افکار آفاقیت حاصل کر چکے ہیں۔ وہ تہذیبوں کے ماضی، حال اور مستقبل پر بڑی گہری نگاہ کرتے تھے۔ ان کی نگارشات میں تہذیبی کشمکش کا ذکر ملتا ہے۔ اقبال کی زندگی میں آفاقی تہذیب یا تہذیبی کشاکش کا کوئی واضح نظریہ پیش نہیں کیا گیا تھا۔ تاہم ان کی زندگی میں ہی مارکسی نظام اور سرمایہ دارانہ نظام کی کشمکش اور ایک دوسرے پر نظریاتی برتری اور معاشی و سیاسی مسائل کے حل پیش کرنے کی اہلیت کے دعوے سامنے آچکے تھے۔ اقبال نے دونوں نظاموں پر سیر حاصل بحث کی۔ ان کے حسن و قبح کو واضح کیا اور یہ بتایا کہ یہ دونوں نظام اگر اپنے اندر تبدیلی نہیں لاتے تو انسانیت کے دکھوں اور محرومیوں کا مداوا نہیں کر سکتے۔

علامہ اقبالؒ نے عالمگیر یا آفاق تہذیبی کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ان کے ہاں "وحدت آدم" کا تصور ملتا ہے جو مغربی تصور "آفاقی تہذیب" سے کوسوں دور ہے۔ وہ اقوام عالم کو تقسیم کرنے کے بجائے انسانیت کو ایک ہی لڑی میں پرونا چاہتے تھے۔ تاکہ مختلف اقوام کے وطنیت پر مبنی مقاصد آپس میں متصادم ہو کر فساد عالم، قتل وغارت اور باہمی ہلاکت کا سبب نہ بنیں۔ وہ اپنی نظم ”مکہ اور جنیوا“ میں اس نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

اس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام
پوشیدہ نگاہوں سے رہی وحدت آدم
تفریق ملل، حکمت افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملت آدم(۶)

مغربی مفکرین کے پیش کردہ "آفاقی تہذیب" کے تصور کا مقصد مغربیت کو تقویت بخشنا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مغرب کا یہ مذموم مشن ،اقبال کے دور سے ہی جاری ہے ،بس نئے نئے پرکشش نام دے کر ، تھوڑی ردوبدل کے ساتھ پیش کیا جاتا رہا۔ فوکویاما سرمایہ دارنہ نظام کی دین "لبرل جمہوریت" کو تمام تہذیبی و، سیاسی اور معاشی مسائل کا حل گردانتا ہے اور اسے تمام معاشی وسیاسی نظاموں کا نقطہ عروج سمجھتا ہے۔ اس کے بارے میں اقبال نے نودہائیاں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ سرمایادارانہ نظام کی دین، لبرل جمہوریت کے ظاہری روشن چہرے کو نیلم پری نہ سمجھا جائے بلکہ یہ سامراجی قوتوں کے ہتھکنڈے ہیں:

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری(۷)

فوکویاما کے خیال میں لبرل جمہوریت دنیا کو آفاقی تہذیب کی طرف لے جارہی ہے۔ جب کہ ہن ٹنگٹن نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ بیسویں صدی کے اختتام پر" آفاقی تہذیب" کا نظریہ مغربی ثقافتی بالادستی کو جواز مہیا کررہا ہے۔(۸)اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مغرب کا آفاقی تہذیب کا تصور دراصل پوری دنیا پر ثقافتی غلبہ حاصل کرنا ہے۔ اس حقیقت سے انکار کرنا بھی انسانی فطرت اور نفسیات کے خلاف ہے کہ مختلف تہذیبوں کا انضمام کر دیا جائے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا کے کثیر التہذیب ہونے سے انکار کرنا ممکن نہیں بل کہ ہن ٹنگٹن کے مطابق دنیا کی تہذیبوں کو تسلیم کرلینے میں ہی عافیت ہے۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہن ٹنگٹن تہذیبوں کے وجود کا منکر تو نہیں، مگر وہ بھی مغربی تہذیب یا مغربیت کا پرچار کرتا ہے۔

اس صورت حال میں دنیا کو ایک ایسے فلسفے یا نظریے کی ضرورت ہے جو پوری دنیا کو رشتہ اخوت میں پرو دے؛ جو رواداری کا علمبردار ہو؛ جو دنیا میں ثقافتی و تہذیبی تصادم کا خاتمہ کر دے۔ اور وہ تصور ہمیں اقبال کے تصور "وحدت آدم" میں ہی ملتا ہے جس کے تحت تمام فطری امتیازات کو قبول کر کے عالم بشریت کو متحد منظم کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ اگر چہ وحدت آدم یا وحدت انسانی کا تصور، اقبال نے اسلامی تعلیمات سے ہی اخذ کیا ہے تاہم یہ تصور تہذیبی تصادم کے تدارک کے لیے مشعل راہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اقبال نے ایک مقام پر کہا تھا کہ اسلام کسی قوم کا انفرادی یا نجی مذہب نہیں بل کہ خالصتاً انسانی ہے جس کا مقصد فطری امتیازات کے باوجود تمام انسانیت کو متحد کرنا ہے۔(۹) بعد ازاں 50 کی دہائی میں لیسٹر پییرسن کے ان الفاظ سے اقبال کے تصور "وحدت آدم" کی تصدیق ہوتی ہے کہ انسان اب ایک ایسے دور میں داخل ہو چکا ہے کہ اسے مختلف تہذیبوں کی تاریخ، فن و ثقافت اور نظریات کا مطالعہ کرتے ہوئے، امن اور احترام کے ساتھ ایک دوسرے سے سیکھنا ہو گا اور آگے بڑھنا ہو گا۔ بصورت دیگر اِس پر ہجوم دنیا میں دوسری راہ کشیدگی، ٹکراؤ اور مصائب کی ہے۔(۱۰)

اس مقالے کے آغاز میں تکثیریت کی تعریف کرتے ہوئے یہ واضح کر دیا گیا تھا کہ تہذیبی تکثیریت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں دیگر تہذیبوں کو احترام کی نظر سے دیکھا جائے، انہیں پھلنے پھولنے اور بڑھنے کا بھرپور موقع دیا جائے مگر جب ہم ہن ٹنگٹن، فوکویاما اور دیگر مغربی مفکرین کے پر کشش نظریات کا بغور جائزہ لیتے ہیں تو واضح ہو جاتا ہے کہ وہ دیگر اقوام کو ثقافتی و تہذیبی تشخص برقرار رکھنے کی اجازت نہیں دیتے اور وہ بھی دیگر اقوام پر اپنا تہذیبی اور ثقافتی غلبہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ، جو تہذیبی ماڈل پیش کرتے ہیں وہ ان کے مذموم سامراجی مقاصد کی تکمیل ہی ہے۔ اس کے مدمقابل اسلام دیگر تہذیبوں کو اپنا تشخص بھرپور انداز میں قائم کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام سماجی تکثیریت کو خوش دلی سے قبول کرتا ہے۔ اسلام رواداری، بین المذاہب ہم آہنگی، پرامن بقائے باہمی اور انسانی حقوق کی بالادستی قائم کرنے کا درس دیتا ہے اور کسی بھی تہذیب کو بزور طاقت اپنے رنگ میں رنگنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام تمام تہذیبوں کو محبت اور مواخات کا رشتہ قائم کرنے کا درس دیتا ہے۔ دراصل اسلامی تعلیمات صرف امت مسلمہ کے لیے مختص نہیں کر دی گئیں بل کہ تمام انسان اِس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال نے نکلسن کو ایک خط میں لکھا کہ اسلام کی وکالت کرنا میرا مقصد نہیں بل کہ میں تو ہمیشہ اس جستجو میں رہا ہوں کہ ایک جدید سماجی نظام ترتیب دیا جائے جس میں رنگ و نسل، درجہ و رتبہ، ذات پات اور قومی امتیازات کو نظر انداز کیا جائے، اسلام دنیاوی معاملات میں حسن معالمت کا درس دیتا ہے۔ جب کہ یورپ کے پاس یہ قیمتی خزانہ نہیں، اسے یہ متاع اسلام سے ہی مل سکتی ہے۔(۱۱)

مگر درج بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ کرنا بھی مناسب نہیں کہ اقبال مغربی اقدار و روایات کو کلی طور پر مسترد کر دیتے ہیں۔ وہ نہ تو مشرق سے دلبر داشتہ ہیں اور نہ ہی یورپ سے حذر کرنے کے خواہاں ہیں۔ وہ دیگر تہذیبوں کے صحت مند اجزاء سے استفادہ کے بھی قائل ہیں گویا، وہ ثقافتی مستعاریت کے نظریہ کے بھی قائل ہیں۔ ہاں وہ تہذیبی انضمام کے قائل نہیں۔ وہ ایسی وحدت آدم کے قائل ہیں جس کے تحت دنیا کی تمام تہذیبیں اپنا تشخص برقرار رکھتے ہوئے، دنیا میں امن و سکون سے رہیں۔

اقبال کے نزدیک اصل تہذیب، احترام آدمیت ہی ہے۔ انھیں اس بات کا ملال تھا کہ نام نہاد معاشی و سیاسی نظریات نے دنیا کو درندوں کی بستی بنا دیا ہے۔ اقبال کے افکار اور ان کے تصور "وحدت آدم" سے آج اکیسویں صدی میں بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ وحدت انسانی کے سلسلے میں ان کا پیغام جو 1938ء میں ریڈیو لاہور سے نشر ہوا، قابل ذکر ہے:

"وحدت صرف ایک ہی معتبر ہے اور وہ بنی نوع انسان کی وحدت ہے جو رنگ و نسل و زبان سے بالاتر ہے۔ جب تک اس نام نہاد جمہوریت، اس ناپاک قوم پرستی اور اس ذلیل ملوکیت کی لعنتوں کو مٹایا نہ جائے گا؛۔۔۔ جب تک جغرافیائی وطن پرستی اور رنگ و نسل کے اعتبارات کو ختم نہ کیا جائے گا؛اس وقت تک انسان اس دنیا میں فلاح و سعادت کی زندگی بسر نہ کر سکے گا اور اخوت و حریت اور مساوات کے شاندار الفاظ شرمندہ معنیٰ نہ ہوں گے"(۱۲)

آج تہذیبی تکثیریت کے نظریے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور بعض ممالک فخر سے کہتے ہیں کہ وہ سماجی تکثیریت کے قائل ہیں تاہم اقبال کے درج بالا بیان سے واضح ہوتا ہے وہ آج سے نوے سال پہلے ہی تہذیبی تکثیریت کے پرزور حامی تھے۔ وہ مغربی مفکرین کی طرح تہذیبی تکثیریت کی آڑ میں سامراجی غلبے کے خواہاں نہیں تھے۔ آج نہ تو فوکویاما کی لبرل جمہوریت انسان کو حقیقی آزادی اور توقیر دے سکتی ہے اور نہ ہی ہن ٹنگٹن کی "تہذیبی تکثیریت"،تہذیبی تصادم کے آگے دیوار بن سکتی ہے۔ اقبال کا تصور "وحدت آدم" ہی آفاقی تہذیب کے تصور کا نعم البدل ہے،ان کے تصورات سے ایک ایسا عالمی سماجی نظام ترتیب دیا جاسکتا ہے جس سے تمام انسانیت کو فلاح و بہبود، امن و سلامتی، اور ترقی و خوشحالی کی راہ پر ڈالا جا سکتا ہے۔یہی راستہ حقیقی معنوں میں اتحادِ انسانیت اور جمہوری مساوات پر مبنی ہو گا۔

حوالے/حواشی

۱۔کیمبرج ڈکشنری(Cambridge Dictionary)

https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/pluralism بہ وقت ۱۰ بجے صبح، ۱۰۔۱۰۔۲۰۲۳

۲۔ فرانسس فوکویاما(**Francis Fukuyama**)

Fukuyama, "The End of History and the last man",(New York :Free Press,1992)P.215

۳۔ سیموئیل فلپس ہن ٹنگٹن (1927-2008)ایک امریکی ماہر سیاسیات، مشیر، اور ماہر تعلیم تھا۔ہارورڈ یونیورسٹی میں نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزارا، جہاں وہ ہارورڈ کے سینٹر فار انٹرنیشنل افیئرز کے ڈائریکٹر اور البرٹ جے ویدرہیڈ یونیورسٹی میں پروفیسر رہا۔

۴۔ فوکویاما، "The end of History…"، P:288

۵-Ibid، p:215,288

۶۔ اقبال، کلیات اقبال اردو (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س۔ن) ص:۵۲۰

۷۔ ایضاً، ص:۶۵۰

۸۔ ہن ٹنگٹن، Hungington, "The Clash of Civilizations and the Remaking of the World(New yorke: Free Press, 1997)، P:66

۹۔ اقبال، مقالاتِ اقبال (جغرافیائی حدود اور مسلمان)، مرتبہ: عبدالواحد معینی، (لاہور: آئینہ ادب ۱۹۹۲ء) ص:۲۶۶

۱۰۔ لیسر پارسن، Lester Pearson, "Democracy In the world Politicds"(Princeton: Princeton University press, 1995) P:83.84

۱۱۔ اقبال۔ اقبال نامہ، مرتبہ شیخ عطاء اللہ، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۵ء) ص:۳۴۹

۱۲۔ اقبال، حرف اقبال، مرتبہ، لطیف احمد شروانی (لاہور: انشا پریس 1955ء) ص:۳۳

References/Footnotes

1.Cambridge Dictionary

https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/pluralism as of 10:00 AM, 10/10/2023

2.Francis Fukuyama

Fukuyama, "The End of History and the last man", (New York: Free Press, 1992) P.215

3 .Samuel Phillips Hundington (1927–2008) was an American political scientist, consultant, and educator. He spent more than half a century at Harvard University, where he was director of Harvard's Center for International Affairs and Albert J. Weather head University Professor.

4.Fukuyama, "The end of history...", p:288

5.Ibid, p: 215, 288

6.Iqbal, Kalyat Iqbal Urdu (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and Sons, S.N) p.520

7.Ibid, p: 650

8.Huntington, "The Clash of Civilizations and the Remaking of the World" (New York: Free Press, 1997), p:66

9.Iqbal, "Maqalat e Iqbal" (Geographiyaee Hadud or Muslaman), edited by,Abdul Wahid Moini, (Lahore: Aina Adab 1992) p.266

10.Lester Pearson, "Democracy in the world politics" (Princeton: Princeton).

University Press, 1995) P:83.84

11.Iqbal. Iqbal Nama, edited by, Sheikh Ataullah, (Lahore: Iqbal Akademi Pakistan, 2005), p.349.

12. Iqbal, Harf Iqbal, edited by, Latif Ahmad Sharwani (Lahore: Insha Press 1955) p.: 33